سیاست علویہ

حکیم الامت علامۂ ہندی سید احمد نقوی مجتہد طاب ثراہ

حجاز کے جاہل عرب جنگجو خودغرض طماع و حریص کنگال کینہ پرور بے امنی کی زندگی بسر کرنے کے خوگر ایسے نہ تھے جو چند روزہ تعلیم رسول سے متمدن و مہذب ہو جاتے تھے جب ہی تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ بند ہوتے ہی اس قوم کی جبلی ذہنیت اور فطری ذلتوں نے پھر عود کیا۔ غیروں کا ذکر نہیں۔ ہر وقت صحبت نبی کے بیٹھنے والے آپس میں دست گریباں ہو گئے گالم گلوج ردوقدح، مار پیٹ ظلم و ستم کے مظاہرے ہونے لگے۔ کسی کی زود کوب پسلیاں ٹوٹیں۔ کسی کو مار دھاڑ سے فق ہو گیا۔ کوئی شہر بدر کرا دیا گیا۔ خلافت کی آزادی سے نکتہ چینی۔ بغاوت و سرکشی قتل خلیفہ کا اقدام ایک مرتبہ نہیں تین مرتبہ اس آپا دھاپی اور ہڑبونگ میں ایک خاموش ہستی رسول کے تعمیری پروگرام کا پورا کرنے والا، رسول کے اصول کی مشینری چلانے والا کیا کر سکتا تھا۔ بجز اس کے کہ رسول کے پڑھائے ہوئے سبق پر عمل کرے۔ بلکہ چھوڑ کر مدینہ بسانے والی تعلیم سے سبق لے اور بصرہ کی لڑائی میں حجاز چھوٹنے پر مدینہ منورہ کو ابدالآباد کے لئے خیر باد کہہ دے۔

مرکز کے خصوصیات پہلے ہی جا چکے تھے ملکی فتوحات عرب کی تیغ آزمائی، دور دور مرکز رسالت کو سرمایہ داری کی ترغیب دے چکی تھی۔ تعلیم و ہدایت و تبلیغ جامہ ملک گیری پہن چکی تھی۔ رسالت، ہوس سلطنت و جانبداری سے مشتبہ ہو چکی تھی۔

رسول کی مشن کی کامیابی کی دُھن میں علیؑ کی پختہ کاری اور دور اندیشی اسی کی متقاضی ہوئی کہ حجاز چھوڑ کر بابل بسا دیں جو قدیم الایام سے نبوت و رسالت کے لئے مشہور تھا۔ جس کی سرحدیں حجاز، سوریا، ایران، عمان، حلب و موصل سے ملتی جلتی ہیں۔ یہ صوبہ عالم بھر کی تجارت کی منڈی ہونے کے وجہ سے دنیا میں مشہور تھا۔ اور طوفان نوح کے بعد سے مذہبی دنیا میں اول ملک تھا۔ بابل کے دروازے عالم بھر کے لئے کھلے ہوئے تھے۔ روما، یونان، مصر، ایران کی آمدورفت سے تمام عربستان میں صوبہ متمدن و مہذب ہو چکا تھا۔ متمدن اقوام کی یادگاروں کا یہی ملک مرکز تھا۔ سخت دلی و تنگ نظری اس صوبے سے رخصت ہو چکی تھی۔

دجلہ و فرات کی موجودگی عالم کی ہر آمدورفت کے لئے ہر قوم سے نزدیکی پیدا کرتے تھے ہندوستان، ایران، افریقہ اس کے آغوش میں تھے۔ ایرانی تمدن پر براہ راست اسلامی تمدن کا اثر پڑنا سہل و آسان تھا۔ دجلہ و فرات نے ملک کو سرسبز و شاداب بنا رکھا تھا۔ مجوسیوں، آتش پرستوں

کے بہت سے موحدانہ خصائل وعادات اور یہودان بابل کے خدا پرستانہ خصائل تعلیم اسلام کے رواج کے لئے آغوش کھولے ہوئے تھے جناب عزیر و ذوالکفل، کے اقرارات کی وجہ سے یہودان عالم کا بابل زیارت گاہ تھا جس کی وجہ سے تعلیم وتبلیغ اسلامی کی بے حد گنجائش تھی۔ جناب سلمان فارسی کا زہدواتقاکے ساتھ جناب امیرؑ سے اتحاد عمل۔ اور فارس کی شاہزادی کے بہو بن جانے سے ایرانیوں سے باعزت رشتہ داری جالب قلوب اہل ایران ہو چکی تھی ان سب باتوں کے علاوہ شامی حکومت کے خونخارانہ حملوں کے لئے حجازی ریگستان کسی طرح جناب امیرؑ کے لئے موزوں نہ تھا۔ ان مسلسل لڑائیوں میں آب وگیاہ رسد فوجیوں کے لئے حجاز مہیا نہ کر سکتا تھا ان گونا گوں اسباب وعلل کے علاوہ جناب امیرؑ کی گہری پالیسی فاتحانِ عالم کو مبہوت کرنے والی جنگ آزمایاں عالم سے خراج تحسین لینے والی تھی کہ شہید اعظم کی قربانی کے لئے زمین تیار کرنا اور بنی امیہ کے تخت وتاج الٹ دینے اور اموی پالیسی کے ختم کرنے کے لئے یہ ایک کاری ضرب تھی۔ شامیوں اور بنی امیہ سے پیہم جنگوں اور تیغ آزمائیوں میں علیؑ واولادِ علیؑ کا لوہا کوفی وشامی مان لیں اور حق وباطل کی نبرد آزمائیوں سے بچہ بچہ واقف ہو جائے۔ علوی مطالبات، اموی خواہشات کا تلوار کی دھار کے نیچے خوب اعلان ہو جائے اور ہاشمی واموی عداوتوں کا شہرہ چار دانگ عالم میں ہو جائے۔ مختلف اقوام عالم کی تاریخ منصفانہ اور غیر جانبدارانہ فیصلہ کرنے کے۔ علوی جنگ ودفاع سے اس باب کا افتتاح ہوا اور حسینی شہادت کے ساتھ ساتھ تاریخ فیصلہ حق کا عالم بھر کو سنادے۔

کوفیوں نے ہر چند شامیوں کی قوت اسلحہ اور دولت وثروت سے مرعوب ہو کر خون حسینی بہانے میں شرکت ومستعدی کا اظہار کیا۔ لیکن بعد میں صحیح غور فکر وتدبر نے ان کو یہ فتویٰ دیا کہ اس خون ناحق کا بدلا لینا امویوں سے اور تخت وتاج کو الٹ دینا ہی صحیح کفارہ اس ناحق خونریزی کا ہے۔ جناب امیرؑ کی متواتر لڑائیاں جس جنگ کا ظاہری خاتمہ نہ کر سکیں اور علوی وحسینی خون بھی سرزمین کوفہ پی چکی اس وقت سارے عرب کے دل ودماغ حق وصداقت کو سمجھے اور یہی ظالم وخونخوار بنی امیہ کے خونخواری پر باہم حلیف ہوئے۔

روحی کب الغداء یا علی علیہ السلام آپ کی ذات پاک پر سیاسین بھی جتنا فخر کریں کم ہے آپ کے انتقال دارالخلافت پر عرب کی رائے عامہ میں اس وقت بھی کوئی اختلاف نہ تھا۔ ان سیاسی نکتوں کو سمجھنے والوں نے سمجھا اور خوب سمجھا۔ اور باوجود کوفیوں کی ظاہری بے وفائی کی یاددہانی کے مدینہ چھوڑنے والے شہید اعظم نے کوفہ ہی کو منتخب کیا اور دنیا کی سب سے بڑی قربانی کے لئے کربلا ہی چُنا گیا۔

اور اسی علوی سیاست کے استحکام کے لئے ان کے چند فرزندوں نے یکے بعد دیگرے بابل کے مختلف شہروں کو اپنے ابدی قیام کے لئے منتخب فرمایا۔ علوی وحسینی شمشیر زنی میں جو نظریں دفاع وحملہ جارحانہ میں فرق پیدا کرنے سے عاجز تھیں اور صحیح نتیجہ تک پہونچنے سے قاصر

تھیں وہ بھی ان خاموش و بے ضرر ہستیوں کی خانہ نشینی اور عزلت گزینی کی شہادت سے صاف عداوت وخبث باطن کو دشمنوں کے سمجھ گئیں اور اتمام حجت ہو گیا۔

دو بزرگوں کی شمشیر زنی امام حسن کی مصالحت وخانہ نشینی حضرات کی علاحدگی اور خاموشی امام رضا علیہ السلام کا اتحاد عمل وشرکت کار ایک جماعت کے واسطے یہی شکلیں ہو سکتی تھیں۔لیکن مذکورہ ہر چہار صورتوں کا ایک ہی نتیجہ قتل وشہادت برآمد ہوتا ہے جس کی وجہ سے سیاسین عالم کا متفقہ فتویٰ یہی ہے کہ تمام قوتیں سرمایہ داری کے نشہ سے مخمور اولاد رسول کے وجود وہستی کو دنیا میں نہ دیکھنا چاہتی تھیں ان کو رسالت ونبوت کی اسکیم سے دور کا بھی لگاؤ نہ تھا۔خلافت واسلام ظاہری کے نام سے دنیا طلبی سے مدہوش تھے۔

یہ بھی غور کی بات ہے کہ اولاد رسولؐ میں چند بزرگوں نے باوجود سخت کشمکش کے مدینہ ہی میں بسر کی اور بعض نے دائمی ترک وطن فرمایا جن کی وجہ یہ تھی کہ مرکز اسلام کو دائمی علاحدگی دیگر بلاد اسلام سے ہو جاتی اور حقیقی اسلامیت وسچی روحانیت کا ڈھونڈے سے بھی مرکز اسلام میں پتہ نہ ملتا۔اس لئے چند بزرگوں نے مدینہ طیبہ میں تمام سختیوں اور مصیبتوں کے جھیلتے ہوئے زندگی بسر کردی اور دیگر حضرات نے علوی مشن کی تکمیل وتائید میں حجاز کو دائمی وداع کیا۔ممکن تھا علیؑ کے یہ نور نظر زندگی میں مجاور قبر پدر اور بعد شہادت بھی آغوش علیؑ سے جدا نہ ہوتے۔لیکن بابل کے مختلف مقامات کو روحانی وتبلیغی مرکز بنانا دائرے کو وسیع کرنا علی کی اس اولاد کے ذمہ آ چکا تھا۔

امیر المومنینؑ نے حقیقی اسلام کو خاموش محض تعلیم وتربیت کے ذریعہ اور انتہائی مظلومیت سے عالم میں حجاز کی چار دیواری سے نکال کر دیگر اقوام کے سامنے پیش کیا۔تو ان کی اولاد نے مظلومیت کی تصویر میں اسلام کی سچی تعلیم کو جا بجا پھیلایا۔یہاں تک کہ امام رضا علیہ السلام نے حجاز وبابل سے بہت دور پہونچ کر شہر طوس کو اپنی خاموش مظلوم ہستی کے لئے پیش کیا۔اور اس سرخیل امام زادگان نے سیکڑوں امام زادوں کے لئے ایران کی چپہ چپہ زمین کو زیارت گاہ اور اسلامی یادگار بنا دیا۔

ان کی ذمہ داری تمام باشندگان ایران سے بہت زاید ہے۔اس لئے کہ علوی سیاست کے تحفظ کے ذمہ دار وارث سادات واشراف ہی ہو سکتے ہیں۔علیؑ کی اس گہری پالیسی کو دیکھو اور ان کی اصلی وحقیقی تعلیم کو سمجھو۔سیاہ وسبز عمامہ اور حقوق سادات کے بھیانک طریقوں سے مانگ بھی فریضہ سادات واشراف نہیں ہے۔ بلکہ سیاست علویہ اور خدمت قومی ومذہبی جس کا جوا حضرت امیر علیہ السلام نے اپنی اولاد کی گردن پر رکھا ہے اصلی اور حقیقی فریضہ سادات واشراف ہے۔

آج شیعی دنیا حکومت پہلوی کے ترانے الاپتی ہے اور سیاسین ومدبرین کے گیت گاتی ہے جو حق بجانب ہے لیکن حاملان سیاست علوی حافظان شریعت محمدی وارثان علوم حیدری جہالت کی لعنت میں مبتلا بزدلی وپست ہمتی بے حیائی کی تصویر بنے ہوتے ہیں۔　　ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

سیاست علویہ کا ایک ورق

حضرت علی کے حالات زندگی کا دیکھنے والا ترتیب واقعات سے پہلی نظر میں یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ آپ کی سیاست ناکام رہی۔ یا یہ کہ آپ سیاست داں نہ تھے اس لئے کہ وفات رسولِ خدا سے جن مشکلوں میں آپ گھر گئے وہ بے شمار تھیں حتیٰ کہ مدت دراز تک آپ خانہ نشیں رہے خلافت ظاہری ملنے پر بھی خانہ جنگی میں بسر کی اور داخلہ میں بھی امن نہ رہا یہاں تک کہ اچانک شہید کردیئے گئے۔

تاریخ کا یہ ایک ایسا تاریک ورق ہے جس سے مذکورہ نتیجہ کے سوا کچھ برآمد نہیں ہوتا۔

لیکن ایک باہوش محقق آپ کی زندگی کے واقعات سے بے خوف ہوکر پکار اُٹھے گا کہ یہ خاموش ہستی فلکِ سیاست کا درخشندہ آفتاب تھا۔ یہی وہ بزرگ تھا جس نے ایک بہترین باب کا ائین سیاست میں اضافہ کیا۔

سنو سنو! اسلام زندگی کے ہر شعبہ میں ترقی واصلاح کے واسطے آیا تھا اور ایک انسان کو انسان کامل بنانا چاہتا تھا توضیح اس کی ہمارے موضوع سے خارج ہے لیکن پھر بھی اتنا کہنے پر مجبور ہیں کہ ''جس نے حکمت حاصل کی اس نے خیرِ کثیر حاصل کرلیا۔'' جس مذہب کی یہ تعلیم ہو وہ زندگی کے ہر شعبہ میں تحصیل حکمت کا عمومیت کے ساتھ خواہاں ہے۔ رسولؐ کی زندگی کا نمایاں پہلو بھی یہی ہے کہ ان جنابؐ نے ملک گیری نہیں کی، مال ودولت نہیں جمع کیا، مسلمانوں پر تعلّی وترفع نہیں کی۔ اور فرمایا کہ ''میں تمہیں سا ایک بشر ہوں جس پر وحی آتی ہے۔'' یہی آپ کا دعویٰ تھا اور یہی آپ کا عمل تھا۔ آنجنابؐ نے کوئی عزت نہیں ڈھونڈھی ''تمام عزتیں خدا کے لئے ہیں اور اس کے رسول کے لئے اور جملہ مومنین کے لئے'' الٰہی عزت اور رسولی عزت کا مومنین کو مالک فرماکر ہر دماغ سے جاہ ومنصب وتکبر وتعلّی وترفع کو نکال دیا تھا۔ کوئی خزانہ آپ نے جمع نہیں فرمایا تھا۔ قصر ملوکانہ نہیں بنایا، تاج وتخت مخصوص نہیں کیا۔ ہمیشہ مساویانہ وبرادرانہ زندگی بسر کی۔ ہر غریب وامیر کو روزے رکھواکر فاقہ کشی کی عادت ڈالی۔ نماز جماعت کی صفوں میں ہر غریب وامیر کو ہم پہلو کردیا۔ زکوٰۃ واجب کرکے مالی مشکلات کا ایک حد تک علاج کردیا اور ہر مال دار کے مال میں سائل ومحروم کا حق مقرر کردیا۔ سرمایہ داری کا سرے سے خاتمہ کردیا۔ زندگی کا یہی تو ایک شعبہ تھا جس میں ہر قسم کا ظلم وتشدد ہوسکتا تھا۔ ملک گیری، غصب، حقوق، قتل وغارت، جنگ وپیکار، عداوت وبغض وحسد وکینہ، نفرت وتحقیر، سب ہی کا سرچشمہ سرمایہ داری تھی۔ رسول خدا نے اسی کی بیخ کنی فرمائی۔ یہی تعلیم دی اور یہی خود اختیار کیا۔ اور اپنی قوم کی تربیت اسی اصول کے ماتحت چاہی۔ اور روئے زمین کے بسنے والوں کو یہی پیغام دیا کہ زمین خدا کے نیک بندوں کی میراث ہے۔ تم نیک بنو اور ملک خدا کے مالک بنو نیکی اور بھلائی سے کرۂ زمین کے مالک بن جاؤ رسول محبت ودوستی، حریت ومساوات کی بنیاد پر تمام کرۂ ارض میں ایک سلطنت کی بنیاد ڈالنا چاہتے تھے اور بس یہی ان کا منشا اور یہی نبوت ورسالت تھی۔ رسول کو رحمۃ للعالمین کا خطاب ملا۔ الامین

کہلائے، صاحب خلق عظیم کہے گئے۔ کبھی کسی دشمن نے اس کا موقع نہ پایا کہ وہ آپ پر ظلم وتشدد وتحکم نفس پردری، جاہ طلبی، سرمایہ داری وغیرہ کا الزام عائد کرتا۔

خود آنجنابؐ نے ظلم وتشدد کی سخت ترین مذمت کی۔ سرمایہ داری کی بدترین نفرین کر کے تحقیر فرمائی، ''دنیا کو مردار اور دنیا خواہوں کو کُتا'' کہہ کر تحقیر فرمائی اور ایسی ہموار و مسطح زمین پر اسلام کی بنیاد رکھی اور اس کو سلامتی کا مذہب بنا دیا۔ ''خود زندہ رہو اور دوسروں کو زندہ رہنے دو''

نہیں نہیں!! بلکہ دوسروں کی سلامتی کے بھی تم ہی ذمہ دار بنو۔ یہ تھی وہ تعلیم جس پر اسلام کو ناز تھا اور بجا ناز تھا۔

اس دور ترقی میں کون ایسا ہے جو مذہب اسلام سے کتنا ہی دور ہو لیکن اس تعلیم کا گرویدہ عملاً نہ سہی قولاً سہی۔ خود کو اسی کا پیرو اور اسی اصول پر اپنے کو عامل قرار دے کر فخر نہ کرتا ہو۔ ہر سلطنت کتنی ہی ظالم و متشدد ہو لیکن یہ ایسی بدترین چیز ہے کہ ہر ایک اس سے کانوں پر ہاتھ دھرتا ہے۔ اور خود کو ان الزاموں سے بری کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتا ہے۔ ظلم وتشدد مٹانے کے واسطے قومیں اُٹھتی ہیں۔ انقلاب انگیز تحریکیں اگرچہ کتنی ہی تشدد آمیز ہوں اسی ظلم وتشدد کے دائمی لعنت سے چھٹکارا حاصل کرنے کے واسطے ہوتی ہیں۔ آج سوشلزم (جس سے دنیا لرزہ براندام ہے) اچھا ہو خواہ برا اس سرمایہ داری کی بیخ کنی کے نام سے پروان چڑھ رہا ہے۔

ہندوستان میں اسی سرمایہ داری جبر وتشدد کی بیخ کنی کے لئے آج کیا کیا ہو رہا ہے۔ چینی انقلابات بھی اسی جذبہ کے ماتحت ہوئے ہیں۔ غرض کہ کسی شکل، کسی قالب میں یہ تحریکات دنیا میں پیش ہوں سب کا ماحصل ظلم وتشدد وملوکیت وسرمایہ داری کا خاتمہ کرنا ہے جو ہمیشہ کامیاب رہتا ہے۔ اگرچہ ایسے محرک بعد کامیابی خود اسی مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ لیکن ابتدائی کامیابی ان کی یقینی ہوتی ہے اور اس کو جھٹلانا تاریخ عالم کو جھٹلانا ہے۔ تاریخ عالم کا ہر دور متفقہ طور پر شہادت دے رہا ہے کہ بڑی سے بڑی قوت کو قربانی وایثار نے سرنگوں کر دیا ہے۔

اب دیکھ لینا دنیاوی کتنی ہی رکاوٹیں پیدا ہوں زبانی دلائل کی بھرمار سے کتنی ہی رد کرو لیکن یقین سمجھو ہندوستان میں ہندوازم اب کامیاب ہو کر رہے گا ایثار وقربانی کا بے نتیجہ ہونا تاریخ کو جھٹلانا، فطرتِ الٰہیہ کی تکذیب ہے۔ اقلیتیں روٹھیں یا مُنہ پھُلا دیں، کوسیں خواہ گالیاں دیں۔ زبانی جمع خرچ کبھی کام نہیں آیا ہے۔ جو ایثار قربانی کرے گا وہی قیمت بھی پائے گا۔

یہی رسول کی تعلیم تھی اور اسی کا نام اسلام تھا مسلمانوں کو بتایا گیا ہے کہ ''خدا صابروں کے ساتھ ہے۔'' جس کے یہ معنی نہیں کہ چپ چاپ بیٹھے رہو۔ تب بھی صابر ہو۔ ہر ذلت ورسوائی سہو تب بھی صابر ہو بلکہ سچا صبر یہ ہے کہ ظلم وتشدد مٹانے کے واسطے خود کو پیکرِ مظلومیت میں پیش کرو۔ اس وقت ''خدا ناصر وولی مظلوم کا ہے۔'' اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ سخت ترین مصیبت میں کہو ''ہم تو خدا کے لئے ہیں

اور اسی کی طرف جانے والے ہیں۔'' یعنی ہر انسان اپنے کو خدا کے لئے سمجھے اور اس کی بھاگ دوڑ خدا ہی کی طرف ہو۔ ہم کو دنیا کا کوئی جبر وتشدد اپنی طرف نہیں پھیر سکتا، ہم کسی ظلم ومصیبت سے گھبرا کر ظالم کے طرف دار نہیں بن سکتے۔ جب تک مسلمانوں میں یہ جذبہ کارفرما تھا زندہ تھے۔ جب سے یہ روح اسلامی ان کے قالب سے نکل گئی اب مردہ قوم ہیں۔

یہ تھی اسلامی سیاست۔ یہ تھی رسولی زندگی۔ اب علیؑ کو میدانِ سیاست میں دیکھو۔ وہ ایک ایسا شہسوار اور میدانِ سیاست کا جوان ہے کہ ہر منصف پکار اُٹھے گا: ''لا فتیٰ الاّ علی''

وفات رسولؐ خدا کے بعد اس طوفان، بدتمیزی میں علی ہی کی وہ ہستی تھی جس کے ثبات واستقلال میں فرق نہ آیا اور رسول کے مشن کو اسی طرح سے چلایا جس طرح سے خدا اور رسولؐ کا منشاء تھا۔

اسی لئے رسولؐ نے خود کو شہر حکمت اور شہر علم فرمایا اور علی کو اس کا دروازہ ۔۔۔۔۔۔۔۔علیؑ دنیا میں علم وحکمت سے عالم کی تسخیر چاہتے تھے۔ علیؑ دنیا میں علم وحکمت کی سلطنت قائم کرنا چاہتے تھے۔ علی تلوار چلانے کے واسطے نہ تھے، علی ملک گیری تلوار کی دھار سے نہ چاہتے تھے۔ علی سرمایہ جمع کرنے کے واسطے نہ تھے۔ جس سے ایک مورّخ دھوکہ کھائے اور آپ کو سیاست کا غیرِ ماہر قرار دے۔

علیؑ کی تلوار میدان جنگ میں، خیبر واحد، بدر وحنین، خندق وجمل وصفین وغیرہ میں ملک گیری، حصول زر ومال، حکومت وسلطنت کے لئے نہ تھی بلکہ وہ ایک قاضی کی تادیبی تلوار تھی۔ ایک جج کا تادیبی کوٹ تھا۔ ایک معلم اخلاق کی تنبیہ مشفقانہ، تادیب مربیانہ تھی۔ دشمن کے تھوک دینے سے سینہ پر سے ہٹ آنا اور دوبارہ زیر کر کے قتل کرنا ہمارے بیان کا بین (کھلا ہوا) ثبوت ہے۔

آپ کو رسولؐ نے امت کا قاضی مقرر فرمایا تھا آپ کی ذات اصحاب کو یہ کہہ کر شناخت کرائی گئی تھی کہ ''علی تم سب کا بڑا قاضی ہے'' دار الخلافہ میں بھی خلفاء کا آپ کے فیصلوں پر عمل موجود ہے۔

پھر کون ہے جو علی کی سیاست پر نکتہ چینی کر سکے ''لا فتیٰ الاّ علی لا سیف الاّ ذو الفقار'' کا امتیاز دے کر فوج کا کمانڈر اِن چیف کا عہدہ عطا ہوتا ہے اور ہر جنگ میں رسولؐ کا سردارِ لشکر مقرر کر کے فوجی اختیارات عطا ہوتے ہیں اور قاضی امّت قرار دے کر چیف جج بنایا جاتا ہے۔ پھر کس کی ہمت ہے جو علی کی قانونی اور فوجی قابلیتوں میں حرف لا سکے۔

علی کی ساری سیاست اس بات میں تھی کہ حق وصداقت، سچائی اور دیانت وغیرہ کو مال ودولت، سلطنت وحکومت، فوج ولشکر، ظلم وتشدد کی سرپرستی وامداد سے بے نیاز کر دیں اور قوت، صبر، استقلال، تحمل، برداشت ومظلومیت کو دائمی فتح دلا دیں۔ جبر واستبداد پر اس بارے میں وہ جناب کامیاب ہوئے، خانہ نشینی میں قتل وغارتی میں، قید وبند میں، جلاوطنی میں ہر موقع اور ہر عالم میں علی اور ان کے گیارہ

جانشین اور خاص خاص متعین ابدی حکومت اور آسمانی بادشاہت کرتے رہے۔ مرنے کے بعد مزاروں میں بھی اور کھُدے کھنڈروں کی قبروں میں بھی۔

اسلحہ استعمال ہوں، گھوڑے دوڑائے جائیں، مغرب ومشرق ایک کر دیا جائے یہ تو کوئی نئی بات نہیں۔ زمانے کے بہاؤ میں بہہ جانا نہ اپنی سلامتی نہ دوسروں کی سلامتی کی ضمانت ہے جس کا نام غلط کاروں نے اسلام رکھا ہے۔

نئی بات یہ ہے اور بڑی سے بڑی قوت وزبردست سلطنتوں کے زیر کرنے کا واحد ذریعہ جو امیرالمومنینؑ نے تعلیم دیا اور ان کی اولاد طاہرین نے یعنی مظلومیت کا مظاہرہ ایثار وقربانی۔ مبارک ہیں وہ قومیں جنھوں نے علی کی حکمت عملی سے سبق لیا اور بدنصیب ہیں وہ جو روحِ اسلامی کو کھو بیٹھے۔ تعلیم الٰہی کو بھلا دیا۔ علی کو مانو یا نہ مانو اُن کے اصول کے ماننے والی آج دنیا ہے اور تمدن وتہذیب جتنی بھی ترقی کرے گی ان کا اصول عالم گیر ہوتا جائے گا۔

خاتمہ کلام میں ایک واقعہ یاد دلا دیں جو تاریخ کا ابدالآباد کے لئے ایک سنہرا ورق ہے۔ دنیا کی تمام مظلوم وغیرمتشدد وصابر متحمل فداکار ہستیاں میدانِ عمل میں لاؤ، علی کی ہستی سب سے بالاتر نظر آئے گی اپنے اصول کی حمایت میں زہر کا جام خود لوگوں نے پیا ہے بہتوں نے خوشی خوشی گردنیں کٹائی ہیں۔ خوش، خوش سولی پر چڑھے ہیں، دھن دولت لٹائی ہے، قید کی سختیاں جھیلی ہیں۔ لیکن ہمارا ہیرو سب سے نرالی شان کا ہے۔ سرداران قریش فرشِ خواب پر رسولؐ کے قتل کے واسطے آتے ہیں۔ لیکن حضرت امیرؑ اپنے کو سوتے میں قتل ہونے کے واسطے پیش کرتے ہیں اور دشمنوں کے خوں خوار اسلحہ کو بیکار کر دیتے ہیں ''**اللھم صلی علی محمد وآل محمد**'' کرشن مہاراج شراب کی ترنگ میں قتل عام کر کے جنگل میں ایک درخت کے نیچے ٹھنڈی ہوا لے کر سوتے ہیں اور شکاری کے تیر سے دنیا کو الوداع کرتے ہیں۔ لیکن ہمارا امیر رسولؐ خدا سے کفار کے ارادے کو سن کر نہ انتقامی تلوار کھینچتا ہے اور نہ کسی کو قتل کرتا ہے، نہ بھاگ کر جان بچاتا ہے نہ دشمنوں سے بحث وگفتگو کرتا ہے، نہ جاگنے میں خود کو شہادت کے لئے عوضِ رسولؐ پیش ہوتا ہے نہ اچانک اور غفلت میں سو جاتا ہے۔ بلکہ عرب کے جاہل وسفاک بزدل دشمنوں کے سامنے رداء رسول اوڑھ کر سو جاتا ہے تاکہ تاریخ عالم عرب کی اس بے جگری اور بے مثال عدم تشدد کو ہمیشہ دہرائے۔ رسولؐ کارِ نبوت کی انجام دہی کے واسطے بچ جائیں اور خود حق وصدق کی تائید میں فدیہ ہو جائے۔ کیا عالم میں دوسری کوئی نظیر ایسی ہے جو حمایت حق میں اس طرح خدا کی راہ میں جان بیچ کر سو جائے اور اپنے غیر متزلزل ارادے، صبر وتحمل، استقلال وشجاعت کا نہ مٹنے والا سکہ عالم پر بٹھا دے۔ یہ ہے سیاست علویہ کا ایک نمونہ جو فداکاروں کے لئے شمع ہدایت ہے۔ بابی انت وامی۔

★★★